جناب عبدالغفار اثر ایم اے

نئی تاریخ ہند و پاکستان کی تدوین و ترتیب کیسی ہونی چاہیئے؟

چند ضروری تجاویز

یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ آخر ربع صدی گزرنے کے بعد ہمارے ہاں کے کچھ تعلیمی اداروں کے ارباب بست و کشاد نے محسوس کیا کہ طلباء کے لیے نئی نظریاتی تاریخ پاک و ہند مدون کی جائے جو ہماری امنگوں، ہمارے مذہب، ہمارے کلچر اور ہماری روایات و نظریات کے مطابق ہو ؎

الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست
آخر آمد ز پس پردہ تقدیر پدید

لیکن میں بکمال ادب یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ جب تک انتہائی انقلاب انگیز تبدیلیاں آپ گوارا نہ کریں گے اس وقت تک ملت اسلامیہ کی صحیح تاریخ کی تدوین ناممکن ہے اور نہ ہی عزیز طلباء کے لیے کچھ چنداں مفید ہو سکتی ہے۔ معمولی کمی بیشی اور چند ایک ابواب کا اضافہ صرف دو قوموں کے نظریہ کی تھیوری کا تذکرہ یا ملک کی تقسیم کے اسباب اور قیام پاکستان کا پس منظر بیان کر دینے سے تعمیر ملت اور انقلابی ذہن کی تخلیق نہیں ہو سکتی۔ تاریخ کا مضمون جب تک اختیاری پوزیشن میں رہے گا وہ نونہالان ملت کے قلب و نظر میں عزائم و ہمم کے چراغ نہیں جلا سکتا۔ خواہ آپ کیسی ہی ہسٹری تیار کر دیں۔ کچھ طلباء نے پڑھی اور اکثریت نے چھوڑ دی۔ اس سے قوم کی مجموعی کیفیت کیسے بدل سکتی ہے؟ تاریخ ایک ایسا مضمون نہیں جسے اختیاری اور معمولی گردانا جائے۔ تاریخ ہی سے قومیں بنتی اور بگڑتی ہیں۔ تاریخ ہی سیرت ساز اور ملت نواز ہے۔ تاریخ ہی ہر قوم کا سرمایہ اور قلب و جگر اور دل و دماغ ہے اور

ہماری تاریخ تو ایک ایسی گراں مایہ چیز ہے جس پر ہمیں ناز ہے۔ ہماری ہی تاریخ بے مثال ہے جسے ہم سر بلند ہو کر اقوام عالم میں پیش کر سکتے ہیں۔ تاریخ ہی ہمارا اوڑھنا اور بچھونا ہے۔ دنیا میں تاریخ کو صحیح تاریخ کا جامہ ہم ہی نے پہنایا۔ ہماری آمد سے پہلے تو ہر قوم کی تاریخ گمنامی کی تاریکی میں گم تھی۔ کیا ایسے اہم مضمون کو اختیاری قرار دینا نئی پود سے بے انصافی نہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ تاریخ کو بطور لازمی مضمون پرائمری سے بی۔ اے تک شاملِ نصاب ہونا چاہیئے۔ اور وہ اس طرح سے مدون ہو کہ ہر درجہ میں اس کا ربط قائم رہے۔ اور تدریجاً ارتقائی منازل طے کر سکے۔ اسی سلسلہ میں چند تجاویز ہیں۔ اگر اربابِ تعلیمات غور فرمائیں تو "شاید کہ ترے دل میں اتر جائے مری بات"۔

(۱) ثانوی (نانویں دسویں) جماعت کے لیے پاک و ہند کی تاریخ ہی ہمارے مجاہدوں کی جنگوں کو اسلامی اور دینی رنگ دیا جائے۔

(۲) ہندوؤں۔ انگریزوں اور دیگر قوموں نے ہمارے تاریخ کے مشاہیر کی زندگیوں اور ان کے کارناموں کو جس طرح مسخ کیا ہے، اس کا پورا پورا ازالہ کیا جائے۔

(۳) سترہ سالہ فاتح سندھ محمدؒ بن قاسم، محمود غزنویؒ حضرت اورنگ زیبؒ، ٹیپوؒ سلطان اور دیگر فاتحین کی تگ و تاز کو تبلیغ اسلام، خدمتِ خلق۔ دُکھی انسانیت کی بہتری اور بت پرستی کے ازالہ کے پس منظر میں دکھایا جائے۔

(۴) تاریخ کی تدوین میں جذبۂ جہاد، تبلیغِ اسلام۔ خدمتِ خلق۔ انسداد رسومِ بد مثلاً ستی اور ملک میں امن و امان اور رعایا کی خوش حالی، ترویج تعلیم وغیرہ کے نظریات کو نمایاں کیا جائے

(۵) ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد۔ تمام جنگیں اور اسلامی فتوحات ایسے انداز سے بیان کی جائیں کہ مسلم طلباء کے دلوں میں پھر سے گنگ و جمن کی وادیوں میں عساکر اسلامیہ کی تگ و تاز کا دلولہ اور جذبۂ جہاد پیدا ہو ـــــــــ تاکہ اگر بھارت پھر پاکستان پر چڑھ دوڑنے کی حماقت کرے تو اس کا سر کچل کر رکھ دیا جائے۔ اور یہ جنگ سرحدات پر نہیں پھر دلّی کے بازاروں لال قلعہ کے مضافات اور گنگ و جمن کی وادیوں میں لڑی جائے۔ اور مجاہدین اسلام کی منزل پھر سے سومنات کی شکست اور بت پرستانِ ہند کی زجر و توبیخ ہو۔ اور اقبال کا یہ ترانہ زبان پر ہو ؎

اے رودِ بارِ گنگا وہ دن ہیں یاد تجھ کو
اترا تیرے کنارے جب کارواں ہمارا

(۶) تاریخ کا مضمون چونکہ جذباتی اور ہیجان پرور ہوتا ہے لہذا اسلامی تاریخ کے لفظ لفظ میں تیغ و سناں کی سی چمک اور گرج ہو تاکہ پڑھنے والے کے دل میں وہی جذبہ پیدا ہوتا جائے، جو پانی پت اور دیگر جنگوں کے مجاہدوں میں موجزن تھا۔

(۷) تاریخ ہند و پاک میں ہر تاریخ کے دور کے اختتام پر اس دور کے سرسری جائزہ کے لیے ایک باب رکھا جائے جس میں اس پیریڈ کو ایسے انداز میں بیان کیا جائے جس سے طلباء کے ذہنوں میں ہمارے اسلاف کی عظمت اور ان کے خلاف قابلِ نفرت جذبات کو ختم کیا جا سکے کیونکہ وہ ہندوؤں اور انگریز مؤرخوں کی ملی بھگت سے اتہام اور الزام تراشیاں تھیں۔

(۸) تاریخ کے ان واقعات کو حذف کر دیا جائے جس سے ذہنوں پر برے اثرات کے خدشات ہوں اور ہمارے اسلاف کے شایانِ شان نہ ہوں۔

(۹) ہمارے اسلاف کی جنگوں کو تبلیغ اسلام کے پس منظر ہی میں دکھایا جائے اور بتایا جائے کہ یہ انہیں کی مبارک کوششیں تھیں کہ آج ہم نے اپنی عظیم اقلیت کے لیے ایک الگ خطہ پاکستان کے نام سے بحمداللہ قائم کر لیا ہے جو اس وقت دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت اور اسلام کا قلعہ کہلاتا ہے۔

(۱۰) تقسیم ملک کے پس منظر میں اسلامی آئین و دستور اور اسلامی سلطنت کے قیام۔ خالص قرآن و حدیث پر مبنی معاشرہ اور کفر و بت پرستی سے نفرت و برات اور خلافت راشدہ کی مثال قائم کرنے کے پس منظر کو زیادہ سے زیادہ نمایاں کیا جائے۔

(۱۱) قیامِ پاکستان کے پس منظر میں ملت اسلامیہ کے اس جذبہ کو نمایاں کیا جائے کہ ہم اس خطۂ زمین کو مدینۃ الرسولؐ کی طرح عساکرِ اسلامیہ کا کیمپ بنا کر ——— دنیائے کفر کی تسخیر اور اعلائے کلمۃ الحق کی ترویج کے لیے فوج در فوج پھر سے نکلیں گے جس طرح ہمارے پاکباز اسلاف نے دنیا کے کونہ کونہ اور گوشہ گوشہ تک اسلام کا پیغام پہنچایا۔ ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں قرآن کی شمعیں لے کر اطرافِ عالم میں پھیل گئے جس کے نتیجہ

سکے طور پر کفر کی تاریکیاں چھٹ گئیں اور خداوند قدوس کی توحید کا تصور نکھر کر سامنے آگیا اور دوسری طرف انسانیت سربلند و سرفراز ہو کر خلافت و نیابت الٰہیہ کے قابل ہو گئی۔

⑫ تاریخ اس انداز سے لکھی جائے جس سے یہ اثرات مرتب ہوں کہ دراصل سارا ہندوستان ہی مسلمانوں کی میراث ہے۔ یہ تقسیم تو محض ہماری اولوالعزمی، سیر چشمی اور برادران وطن سے اسلامی بلند حوصلگی کے اظہار کے لیے تھا۔ ورنہ کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہندوستان کے چپہ چپہ پر ہماری راجدھانیاں، ہماری فرمانروائی اور عظمت کے پھریرے لہرایا کرتے تھے۔ درّہ خیبر اور بولان سے لے کر راس کماری تک اسلامی حکمرانوں کا سکہ چلتا تھا اور یہ ذات پات کے اسیر ہندو ہماری رعیت اور ان کے راج واڑے ہمارے باجگذار تھے۔ اب تو اسلام سے بے پناہ نفرت کرتے ہیں۔ لیکن اس وقت ہمیں داماد ہی قبول کرنا اپنی سعادت کا معراج سمجھتے تھے۔

ہندوستان کا کونسا گوشہ ہے جہاں ہماری سطوت کے آثار، ہماری عظمت کے نشان اور ہماری شوکت کے پھریرے نہیں لہراتے۔ شاہی مسجد کے سر بفلک مینار ہی ہمارے صولت کے اب تک ثناخواں ہیں۔ دلی کا لال قلعہ اور دیوان عام و خاص، قلعہ آگرہ کی باجبروت عمارت، اس طرح ہندوستان سے طول عرض میں ہماری داستانوں کے اوراق بکھرے پڑے ہیں۔ یہ واقعات ہماری تاریخ کے نمایاں اور درخشاں باب ہیں جنہیں تفصیل سے رقم کر کے موجودہ اور آئندہ نسلوں کو بتایا جائے کہ ہم اپنے اسلاف کے سچے اخلاف بنیں گے اور اپنی عظمت رفتہ کو پھر سے بحال کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں گے۔

⑬ تاریخ کے مجرد واقعات کا اعادہ ہی کافی نہیں بلکہ تاریخ کے بین السطور ہی یہ ذہنیت راسخ کرنی چاہیے کہ ہندوستان میں اسلام کی آمد اور قیام سے ہم نے نئی عظیم الشان تہذیب کا سنگ بنیاد رکھا۔ ایک پر عظمت تمدن ایجاد کیا اور نہایت عالیشان کلچر دنیا اور اہل ہندوستان کو بخشا۔ ان کی فرسودہ، بیہودہ اور مسخرہ خیز رسومات اور بدعات کو مٹا کر اس کی جگہ رفیع الشان اخلاقی اقدار سے انسانی سوسائٹی اور شہری معاشرہ کو مزین کیا۔ مثلاً ستی کی رسم، نکاح بیوگان، وراثت، مرد و عورت کے لیے طلاق و خلع وغیرہ۔ اسی طرح آزادئ رائے تعلیم کی ترویج۔ انسانی مساوات۔ مرد و عورت کی معاشرتی زندگی۔ عائلی زندگی میں عورت و

مرد کی مساوی اہمیت۔ ذات پات کی تمیز اور اس کی مذمت۔
اسی طرح کے لکھو کھہا مسائل نے ہندوستان کی سوسائٹی کو جلا بخشی جو مسلمانوں کی آمد سے پہلے کسی کے خواب و خیال میں بھی نہ تھے۔

(۱۴) سب سے بڑا انسانی کارنامہ جو اسلام نے کفرستانِ ہند میں سرانجام دیا وہ نکھری ہوئی توحید صاف و شفاف وحدانیت اور عظمتِ باری تعالیٰ کا تصور تھا۔ ورنہ یہاں کے باشندے اسلام سے پہلے چالیس کروڑ دیوتاؤں کے علاوہ خود اپنے ہاتھ سے تراشیدہ مٹی اور پتھر کے خداؤں کے آگے سربسجود ہوتے تھے۔ پیپل۔ بوڑھ کے درخت۔ سانپ۔ بچھو، اگنی، چل، سورج، چاند۔ ستارے غرضیکہ مچھر سے لے کر ہمالیہ تک کے آگے سجدہ ریز ہوتے۔ لیکن جب اسلام نے قدم رنجہ فرمایا اور ان کی بد باطنی کا بھانڈا چوراہے میں پھوڑا تو ان کے معتقدات متزلزل ہوگئے۔ گورونانک دیو کی موحدانہ تعلیمات سکھوں کی ہندوؤں سے علیحدگی۔ آریہ سماجی تحریک برہمو سماج کی تشکیل۔ تھیوسیوفیکل سوسائٹی کا قیام۔ سوامی رام تیرتھ جیسے حق شناس بھی پیدا ہوئے جنہوں نے برملا جناب رسالت مآبؐ کے لائے ہوئے دین کو برحق قرار دیا۔ اقبال نے بانگ درا میں بعنوان "سوامی رام تیرتھ" کہا ہے ؎

آہ! کھولا کس ادا سے تو نے رازِ رنگ و بو
میں ابھی تک ہوں اسیرِ امتیازِ رنگ و بو

اسلام کے اسی جذبہ کی رو سے گاندھی کو مورتی کے آگے برملا جھکنے اور پنڈت نہرو کو بتانِ ہند کے اعترافِ خدائی سے شرم محسوس ہوتی تھی۔

لازمی پرچہ تاریخ

اگر خدانخواستہ کسی وجہ سے نصاب میں تاریخ پاک و ہند کو لازمی نہیں قرار دیا جا سکتا تو کم از کم دو ڈھائی صد صفحات پر مشتمل ایک الگ جدید تاریخ اسلام ایسی مرتب ہونی چاہیئے جو ہمارے عام مسلم مشاہیر پر مشتمل ہو اور اسے لازمی قرار دیا جائے۔ یہ تاریخ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر مگر جامع و مانع سیرت سے شروع کی جائے۔ اس کے بعد خلافتِ راشدہ۔ بنو امیہ اور عباسیہ

کے قابلِ ذکر خلفار سے لے کر عہدِ حاضر تک کے تمام مسلم مشاہیر پر مشتمل ہو ۔ جس میں حضرت خالد بن ولید ۔ ابو عبیدہ بن الجراح ۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز ۔ طارق بن زیاد اور ان کے دیگر ہم عصر جلیل القدر صحابہ کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبی ۔ محمود غزنوی ۔ محمد بن قاسم حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہم اور مابعد کے مسلم اکابر کے مکمل قومی کارنامے مندرج ہوں جس سے طلبار کے دلوں میں ان اکابر کے متعلق فخر اور قومی "انا" کا جذبہ پیدا ہو ۔ ان مشاہیر میں اہل علم و فضل موجدانِ سائنس تاریخ ۔ جغرافیہ ۔ معاشیات اور لاتعداد اہل درس و تدریس اور دیگر کل اصناف کے سر برآوردہ لوگوں کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے اور جس جس صنف میں انہوں نے کمال حاصل کیا یا قومی خدماتِ ملتِ اسلامیہ کی آبیاری کی اس کا اجمالی مگر نہایت مؤثر انداز میں تذکرہ کیا جائے تاکہ طالب علم کو معلوم ہو سکے کہ کس قدر عظیم اور کثیر ہمارے ہیرو تھے ۔ کسی قوم کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی ۔

اس ضمن میں قرآن و حدیث سے بھی تعارف کرایا جا سکتا ہے ۔ ان اکابر کے انتخاب میں عام دنیائے اسلام کی تاریخ کو بھی منبع بنایا جائے ۔ عرب و عجم اور مشرق و مغرب سے اٹھنے والی شخصیتوں کا تذکرہ کیا جائے ۔ اس سے نہ صرف ہماری وسیع تر اسلامی برادری اور امتِ واحدہ کا تصور اجاگر ہوگا بلکہ یہ امر بھی طلبار کے ذہن نشین ہوگا کہ اسلام کسی خاص مقام یا ملک سے وابستہ نہیں بلکہ بین الاقوامی پوزیشن کا حامل ہے اور ساری کائناتِ انسانی اسی کے دامن سے وابستہ ہے ۔ اسلام کے نزدیک جغرافیائی حدود و قومیت کے بت ، رنگ و نسل کے امتیازات ، زبان و لسان کے تفاوت ۔ گورے کالے کا فرق ۔ اور وطن و اوطان کی علاقائی زنجیروں نے اسے کبھی پابہ زنجیر نہیں کیا ۔ ہر مسلمان کا حال یہ ہے ع

جہاں جا کے گاڑا جھنڈے کو وطن ہے ۔

اور اب بھی ملت اسلامیہ اپنے نونہالوں سے توقع رکھتی ہے کہ وہ اپنی ماضی کی تاریخ کے آئینہ میں اپنے چہروں کو دیکھیں تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے ۔ تم ہی آئندہ ملک کی امید اور توقعات ہو ۔ آج کا بچہ کل کا باپ ہے ۔ آئندہ معاشرہ تم پر ہی مشتمل ہوگا ۔ لہذا اللہ کا نام لے کر اٹھو! اور پھر سے پاکستان کی سرزمین کو مدینۃ الرسولؐ کی طرح ایک اسلامی کیمپ بنا کر دنیا و جہاں کی تسخیر کے لیے نکلو اور خدا کے دین کی سربلندی و سرفرازی کے لیے اپنی رگِ حیات

کا آخری قطرہ پیش کرنے میں فخر محسوس کرو اور شہادت عظمی پر فائز ہو جاؤ۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو دنیا کے کفر پسند اور کفر ساز طاقتیں تمہیں ہڑپ کر جائیں گی۔ ہند و تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارے سر پر بیٹھا داؤ کا منتظر ہے ؎

شہادت ہے مقصود و مطلوب مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی!

یہ ہے سرسری خاکہ تاریخ ملتِ اسلامیہ کا۔ امید ہے کہ ہمارے ارباب اختیار اگر فی الحال سارے نظام تعلیم کو اسلامی رنگ میں نہیں رنگ سکتے تو کم از کم "تاریخ" کے ساتھ ہی انصاف کریں اور مزید اس قسم کا موقع نہ دیں کہ ہمارے نونہال ڈھاکہ یونیورسٹی کی طرح مغربی پاکستان میں بھی اپنی تعلیمی عمارتوں کو اپنے ہی وطن کی تباہی و بربادی کے لیے اسلحہ خانہ بنا لیں اور اپنے بھائیوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین کرنے پر تل جائیں۔

بقیہ عمرو بن العاص

رخ خود علی کی جانب ہی موڑ دیا ہے۔

ہمارے لاہوری مورخ نے تاریخ کا جو بہت بڑا جھوٹ اور زندگی کا سب سے بڑا فریب عمروؓ کا حصہ قرار دیا ہے تو اسے بھی یاد نہ رہ سکا کہ اس کے قلم نے اس ڈرامہ میں ایک جگہ حضرت علی کو بھی عمرو کی فریب کاری کے ساتھ ہموار دکھا دیا ہے۔

تعجب اور افسوس کا موجب ایک یہ امر بھی ہے کہ انہوں نے اتنا بڑا جھوٹ بالکل بے ثبوت اور مجہول مؤرخین کے نام سے قبول کر لیا ہے۔ وہ ان مؤرخین کا کوئی پتہ نہیں دیتے جن کی رہنمائی میں انہوں نے یہ تیرہ و تار راہ اختیار کی ہے اور انہوں نے پھر اس مہم میں بڑے ہی دل گردہ کے مالک ہونے کا ثبوت مہیا کیا ہے۔ کیونکہ جس جھوٹ کو قبول کرنے سے طبری ابن سعد اور ابن خلدون جیسے لوگ بھی طرح دے کر نکل گئے ہیں، انہوں نے اسے بڑے فخر اور اعتماد سے اپنے ہاں قبول کر لیا ہے۔ اسے جزاک اللہ ع

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

اجاری ہے